مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رحؒ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں انہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ محسن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالا "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

خم و خمخانہ با مہر و نشان است　　ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است

کیسٹ نمبر ۸ سائیڈ بی ۹ اپریل ۱۹۸۲ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمّد وّ آلہٖ واصحابہ اجمعین

اما بعد: عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِاَنْعَمِ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُصْبَغُ فِی النَّارِ صَبْغَۃً ثُمَّ یُقَالُ یَا ابْنَ اٰدَمَ ھَلْ رَاَیْتَ خَیْرًا قَطُّ ھَلْ مَرَّبِکَ نَعِیْمٌ قَطُّ فَیَقُوْلُ لَا وَاللّٰہِ یَارَبِّ وَیُؤْتٰی بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِی الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیُصْبَغُ صَبْغَۃً فِی الْجَنَّۃِ فَیُقَالُ لَہٗ یَا ابْنَ اٰدَمَ ھَلْ رَاَیْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَھَلْ مَرَّبِکَ شِدَّۃٌ قَطُّ فَیَقُوْلُ لَا وَاللّٰہِ یَارَبِّ مَامَرَّبِیْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَیْتُ شِدَّۃً قَطُّ"[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۰۲

کے دن دوزخیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دُنیا میں سب سے زیادہ عیش و آرام کی زندگی گذارتا تھا، پھر اُس کو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے ابنِ آدم کیا تُونے دُنیا میں کبھی راحت و بھلائی دیکھی تھی اور کوئی عیش آرام اُٹھایا تھا؟ وہ دوزخی کہے گا کہ نہیں میرے پروردگار، خدا کی قسم (مجھے کوئی راحت و نعمت نصیب نہیں ہوئی تھی) اسی طرح جنتیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دُنیا میں سب سے زیادہ غم و اَلَم اور مشقت و کلفت برداشت کرنے والا تھا، پھر اُس کو جنّت میں غوطہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے ابن آدم کیا تونے دُنیا میں کوئی غم اُٹھایا تھا اور کسی مشقت و کلفت سے دوچار ہُوا تھا؟ وہ جنتی کہے گا کہ نہیں میرے پروردگار خُدا کی قسم میں نے (دنیا میں) کبھی کوئی رنج و غم نہیں دیکھا اور کوئی مشقت و کلفت نہیں اُٹھائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا یُؤْتیٰ بِاَنْعَمِ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَیُصْبَغُ فِی النَّارِ صَبْغَةً

جس آدمی کو اللہ نے دُنیا میں سب سے زیادہ نعمت دی ہوگی بہت نعمتیں دے رکھی ہوں گی۔ دُنیا میں بڑے آرام سے زندگی گذاری ہو اس کی بڑی عزت کے ساتھ بڑی فرحت کے ساتھ بڑی صحت کے ساتھ بڑے عیش کے ساتھ زندگی گذری ہو۔ دینوی اعتبار سے اس پر انعامات انتہاء کو پہنچے ہوتے ہوں ایسے آدمی کو (آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ) لایا جائے گا قیامت کے دن فَیُصْبَغُ فِی النَّارِ صَبْغَةً اس کو (العیاذ باللہ، اللہ پناہ میں رکھے) جہنّم کی آگ میں ذرا سا رنگا جائے گا۔ یعنی ذرا سا جیسے غوطہ دے دیا جائے (ایسے کیا جائے گا)

ثُمَّ یُقَالُ یَا ابْنَ اٰدَمَ ھَلْ رَاَیْتَ خَیْرًا قَطُّ ھَلْ مَرَّبِكَ نَعِیْمٌ قَطُّ

پھر اس سے پُوچھا جائے گا کہ تجھے کچھ یاد ہے کہ کبھی کہیں نعمت کے دن گذرے ہیں، کبھی آرام کے ساتھ راحت کے دن گذرے ہیں کبھی بڑے دن گزرے ہیں۔ ھَلْ رَاَیْتَ خَیْرًا قَطُّ ؟ فَیَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ، اے اللہ کوئی دن کبھی گذرا ہی نہیں، یعنی یہ تکلیف ایسی ہوگی اس کے لیے کہ وہ سب راحتیں بھول جائے گا اور کہے گا کہ جیسے میں نے کبھی کوئی راحت دیکھی ہی نہیں، یہ دینوی زندگی کتنی بھی دراز ہو جائے یُوں لگتا ہے انسان کو کہ ابھی تو یہ بات ہُوتی ہے اور پھر ابھی تو میں یوں تھا اور ابھی یُوں تھا اور ابھی یہ ہُوا اور ابھی

یہ ہوگیا ابھی ہم اس عمر کو پہنچ گئے اور اب بس جانے والے ہیں۔ وہ ماضی پہ نظر ڈالتا ہے تو ذرا سی نظر آتی ہے)
یا تو یہ ہے کہ حقیقت ہی زمانے کی یہ ہے، کیونکہ انسان کی رُوح جو ہے وہ عالَمِ بالا سے آتی ہے اللہ تعالیٰ
کے یہاں عالَمِ بالا میں جو دن کا پیمانہ ہے وہ بہت بڑا ہے۔

اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ

ایک ہزار سال جو گنتے ہوں اللہ کے ہاں ایک دن کے برابر ہے۔

یہ جو مُردہ جاتا ہوگا اسے اگر آرام سے بیٹھتے بیٹھتے آدھا گھنٹہ لگ گیا تو یوں سمجھو کہ اِدھر پچیس سال تیس سال یہاں گزر گئے وہاں آرام کرتے ہوئے سکون سے سانس لیتے ہوئے اسے اگر وقت لگا کچھ تو اسے تو پتا نہیں چلے گا یہاں کچھ کا کچھ گزر چکا ہوگا۔ یہاں پچیس سال گزر چکے ہوں گے تو مہمان جاتا ہے کہیں کسی سے ملتا ہے باتیں کرتا ہے تو اسی میں وقت گزر جاتا ہے تو اب ایک انسان کی اگر سو سال کی زندگی ہوتی ہے تو آخرت کے اعتبار سے وہ سوا دو گھنٹے اڑھائی گھنٹے کے برابر بنے گی وہی لگتا ہے آدمی کو جب ماضی پر نظر ڈالتا ہے تو وہ جو لگتا ہے اسے کہ چھوٹا سا عرصہ ہے یہ اس کو وہ حقیقت نظر آتی ہے اور جس عالم میں ہم چلے جا رہے ہیں یہ سب مجازی اور عارضی ہے اور حقیقت رُوح محسوس کرتی ہے، دماغ محسوس کرتا ہے۔ دل محسوس کرتا ہے اس لئے اگر یہ پانچ سو سال یہ آرام کی زندگی گزار لی ہوگی تو وہاں کا تو آدھا دن ہوگا، تو آدھا دن اگر کسی کو آرام سے رہنا مل جائے تو وہ کیا کہے گا۔ شام ہوتے ہی تکلیف میں مبتلا ہوگیا۔ شام ہوتے ہی دُنیا کی زندگی ختم ہوگئی۔ آخرت سے شروع ہوگی۔ وہ کہے گا کچھ بھی نہیں ہوا مجھے، جیسے کہ کچھ بھی نہیں پھر یہ کہ یہاں کی نعمتیں ہر قسم کی اُسے میسّر ہیں اس کے بعد شدید ترین دَور گزر جائے تو سب دماغ سے نکل جائے گا تو ایسے ہی حال اس کا ہوگا اور یہ جہنّم کی آگ العیاذ باللہ شدید ترین چیز ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ ہلکا عذاب جہنّم میں جس شخص کو دیا جا رہا ہے، بس اس کا عذاب یہ ہے۔ نَعۡلَانِ وَ شِرَاکَانِ مِنۡ نَارٍ ۔۔۔۔۔ کہ جہنّم کی آگ کے اس کے تسمے میں اور جہنّم کی آگ کے اس تلے میں ایسا جوتا اُسے پہنا دیا گیا مگر یَغۡلِیۡ مِنۡہُمَا دِمَاغُہٗ اُن سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔ کَمَا یَغۡلِی الۡمِرۡجَلُ جیسے کہ ہنڈیا پکتی ہے اس طرح لیکن لَا یَمُوۡتُ وَلَا یَحۡیٰی وہاں موت تو ہے نہیں تکلیف اتنی گزرتی ہے کہ موت کئی دفعہ آجائے، مگر ہے نہیں موت وہاں لَا یُرٰی اَنَّ اَحَدًا اَشَدَّ مِنۡہُ عَذَابًا۔ اگر کوئی اسے دیکھ لے تو یہ کہے گا کہ اس سے سخت عذاب کسی کو نہیں ہو رہا ہے جیسے پھوڑیاں نکل آتی ہیں یا انگل بھیڑ وغیرہ۔ بدن یا بغل میں نکل

آتی ہے۔ کندھا رہی اسے کہتے ہیں اور تکلیف ہوتی ہے اُسے، راتوں کو آدمی گھومتا پھرتا ہے بے چینی میں کتا ہے دماغ میں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ شدید تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ دل پر اثر ہوتا ہے، دماغ پر اثر ہوتا ہے یہ تو بہت بڑی چیز ہے اور جل بھی رہا ہے اس آگ سے جو یہاں سے بہت تیز آگ ہے۔ یہاں خود درجے ہیں آگ کے ایک یہ ہنڈیا پکاتے ہیں ایک اُپلے کی آگ ہوگی ایک کوئلے کی آگ ہوگی۔ کوئی اُن سے تیز آگ ہوگی حتّٰی کہ ویلڈنگ والی ہوگی جو لوہے کو گلا دیتی ہے۔ بھٹیاں ہیں لوہے کو گلا دیتی ہیں تو یہاں آگ درجہ بدرجہ ہے، مگر وہ یہاں سے بہت تیز آگ ہے، اس کے بارے میں ایسا بھی آیا ہے کہ ایک ہزار گنی تیز آگ ہے دُنیا کی آگوں سے' ہے بھی ایسا دُنیا میں کُرّے جو ہیں وہ بھی ایسے ہیں سُورج میں کتنی گرمی ہے فلاں جگہ کتنی گرمی ہے۔

الغرض وہ سمجھے گا دیکھنے والا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی کو ہو رہا ہے۔ وَاِنَّہٗ لَاَھْوَنُ مِنْہُ عَذَابًا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سب سے کم عذاب اس کو ہو رہا ہے سب سے ہلکا عذاب اُسے ہو رہا ہے اسے صرف دو جوتے پہنائے گئے،

ابوطالب کا نام صراحۃً آتا ہے کہ ان کو اس طرح کا عذاب ہے۔ یَغْلِیْ مِنْہُ الدِّمَاغُ۔ دماغ اُن کا کھول رہا ہے اس سے۔

دوسری طرف فرماتے ہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم یُؤْتٰی بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا اہلِ جنّت میں سے ایک آدمی کو لایا جائے گا جس نے دُنیا میں شدید تکالیف اُٹھائی ہوں گی۔ اَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا

اور تکالیف طرح طرح کی ہوتی ہیں جسمانی جمع ہو جاتی ہیں۔ دماغی جمع ہو جاتی ہیں، فکر ہوتا ہے کم معاش کی فکر ہوگئی، فقر کی ہوگئی، بہت طرح کی تکالیف ہو جاتی ہیں انسان کو جس میں انسان تنگ آتا رہتا ہے پریشان ہو جاتا ہے، لیکن خدا پر بھروسہ کرنے والوں کا دِل مطمئن رہتا ہے یہ فرق ضرور ہے۔

ذکرِ الٰہی کرنے والوں پر بھی یہ مصیبتیں آتی ہیں اور زیادہ آتی ہیں مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ کسی دُنیادار پر آجائیں تو وہ بہت بڑی بُری باتیں زبان سے نکالتا ہے اور کسی ذکر کرنے والے پر وہ کیفیات آتی ہیں تو وہ خاموشی اختیار کرتا ہے۔ وہ بُری بات زبان سے نہیں نکالتا اور اس کی وجہ ایک یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کے دل میں خدا کی یاد کی برکت ہوتی ہے، خیر، اس کو لایا جائے گا۔ فَیُصْبَغُ صَبْغَۃً فِی الْجَنَّۃِ۔

اسے جنّت کی ذرا سی ہَوا لگادی جائے گی جیسے اُسے ڈوبہ دے دیا گیا ویسے ہی اِسے ڈوبہ دے دیا جائے گا اُسے رنگ دے دیا جائے گا۔ وہ ایسی فرحت کی چیز ہو گی۔ فَیُقَالُ لَہٗ یَا ابْنَ اٰدَمَ ھَلْ رَاَیْتَ بُؤْسًا قَطُّ کبھی تمہیں ایسی حالت گزری ہے کہ مشقّت ہو، شدید ضرورتیں حاجتیں درپیش ہوں اور حل نہ ہو رہی ہوں بہت پریشانی کی کیفیت کبھی گزری ہے تمہارے اُوپر؟

وَھَلْ مَرَّبِكَ شِدَّۃٌ قَطُّ فَیَقُوْلُ لَا وَاللّٰہِ یَارَبِّ مَا مَرَّبِیْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَیْتُ شِدَّۃً قَطُّ نہ مَیں نے کبھی کوئی شدّت دیکھی اور نہ کبھی میرے اُوپر بدحالی آئی، کوئی بھی بات ان میں سے نہیں ہے۔ بہت ہی خوش رہا ہوں وہ زمانہ جو تکالیف کا ہے۔ وہ نسیًا منسیا ہوگیا، جیسے کہ ہوا ہی کچھ نہیں جیسے کہ اُس کا حال تھا۔ دوسرے کا تو اُس کا نعمتوں کا جو زمانہ تھا وہ نسیًا منسیا ہوگیا۔ اِسی طرح سے یہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں راحتیں بھی ہَیں اور اُس کے یہاں گرفت بھی ہے عذاب بھی ہے۔

اور مُسلمان کو دونوں چیزیں بتلائی گئی ہَیں یَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ اس کی رحمت کی اُمّید رکھتے ہَیں اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہَیں۔ رحمت مقدم ہوتی ہے اور اس کی اُمید رکھنی فرض قرار دی گئی اور اس کی رحمت سے مایُوس ہونا کُفر قرار دیا گیا، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی معاذ اللہ توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ سے رحمت کی اُمّید رکھنی ہی ٹھیک ہے کیونکہ اللہ بہت بڑا ہے تو اس سے اچھی اُمّید رکھنی چاہیے۔ مایوس ہو گا اس سے تو ایک طرح سے توہین کر رہا ہے جو اس خیر کی توقع تھی اُس سے گویا وہ خیر کی توقع نہیں رکھ رہا، اپنے ربّ سے خیر کی توقع نہ رکھنا تو ایسے ہے جیسے اپنے دوست سے نہ رکھنا ایسے ہے جیسے اپنی بہن سے نہ رکھنا جیسے اپنے باپ سے نہ رکھنا اس سے بھی زیادہ یہ ہے کہ اپنے ربّ سے نہ رکھے توقع خیر کی تو اس کو کفر قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اپنی رضا سے نوازے فضل فرمائے۔